عابد مسعود ڈوگر

امریکہ، ایران کشیدگی اور تہران، تل ابیب تعلقات

ایران، امریکہ اور اسرائیل کشیدگی اس وقت عالمی سطح پر زیرِ بحث موضوعات میں سرفہرست ہے۔ ایران کے موجودہ صدر احمدی نژاد نے اسرائیل کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی دھمکی دی تو اسرائیل نے ایٹمی ایران کو پوری دنیا کے لیے خطرہ قرار دیا۔ اور یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ دنیا میں عملاً اس وقت یہودیوں کی سُپر گورنمنٹ قائم ہے۔ تقریباً ساری تجارت اور دنیا کے اکثر وسائل بالواسطہ یا بلاواسطہ یہودیوں کے زیرِ دست ہیں اور یہ قوم اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے کس طرح حالات اور اقوام کو سازگار بناتی ہے، یہ بات بھی تاریخ کے مطالعے کے بعد کوئی زیادہ مشکل دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا میں ملکوں کی سطح پر جتنی بھی آویزشیں ہیں سب میں یہودیوں کا مفاد اور کردار بہت معروف ہے۔ عالمی مسائل سے معمولی شدبد رکھنے والا ہر فرد آج اسی کشمکش میں مبتلا ہے۔ امریکہ ایران پر حملہ کرے گا یا نہیں اور حالیہ اسرائیل، فلسطین، لبنان لڑائی کا دائرہ وسیع ہو کر شام اور ایران تک پھیلے گا یا نہیں۔ کیا ایران اسرائیل کے خلاف فلسطینی مزاحمتی گروپوں اور لبنان کی حزب اللہ کی واقعتاً کوئی ایسی مدد کرے گا جو اسرائیل کے دانت کھٹے کر دینے کے لیے ان گروپوں کی حقیقی ضرورت ہے؟ اس سے پہلے ہم ان سوالات کا جواب برسوں پر محیط اہلِ فارس اور یہودیوں کے مابین تعلقات کے تناظر میں تلاش کریں۔ یہ ذکر کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں کہ ایران کا مختصر تعارف پڑھنے والوں کے سامنے رکھ دیا جائے۔ زمانہ قدیم میں ایران فارس کے نام سے مشہور ایک وسیع وعریض سلطنت پر مشتمل ملک تھا۔ زمانے کے ساتھ ساتھ کئی حملہ آوروں نے اسے کبھی میدان بنایا۔ تو کبھی راستہ اس دوران ایرانی تہذیب وتمدن پر مختلف اقوام کے نشانات موجود ہیں۔ یہ عربوں، سلجوقوں، ترکوں، منگولوں اور افغانوں کے زیرِ قبضہ رہا۔ تاہم ہر دور میں ایرانیوں نے اپنی شناخت اور انفرادیت ہمیشہ برقرار رکھی۔ آثارِ قدیمہ کے لحاظ سے یہاں پندرہ سولہ ہزار سال پہلے آباد انسانی بستیوں کا سراغ بھی ملا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی تک یہاں ترقی یافتہ معاشرہ وجود میں آیا جس کے پھیلاؤ میں شہر بھی آتے تھے۔ ایران میں کئی شاہی خاندان برسرِ اقتدار آئے مثلاً ''ہنجامشی'' (۵۹۹۔۳۰۰) قبل مسیح اس کی بنیاد سائرسِ اعظم نے رکھی تھی۔ (۲۵۰ تا ۳۰۰) قبل مسیح اس پر یونانیوں کا راج رہا۔ پھر ''پارتھی'' آئے۔ ان کے بعد ''ساسانی'' ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے ساسانیوں سے حکومت چھین لی۔ نبی پاک ﷺ کا نامۂ پاک ''خسرو پرویز'' نامی جس بادشاہ نے چاک کیا تھا اس کا تعلق بھی ساسانی خاندان سے تھا۔ اس خاندان کے بادشاہوں کو ''کسریٰ'' کہا جاتا ہے۔ جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر پر حکمران ''چرواہے خاندان' کے بادشاہوں کو 'عزیزِ مصر' کہا جاتا تھا۔ وقت کی ندی بہتی رہی۔ ایران سلجوقوں، ترکوں، منگولوں اور تیمورلنگ کے قبضے میں رہا۔ سن ۱۵۰۲ تا ۱۷۳۶ میں ایرانی معاشرہ کئی بنیادی تبدیلیوں سے گزرا۔ یہ صفوی دورِ حکومت کہلاتا ہے، صفویوں کے بعد افغان ایران پر چڑھ دوڑے، تا آنکہ ۱۹۲۱ء میں رضا خان نے اقتدار پر قبضہ کر کے پہلوی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۱ء میں رضا خان کا بیٹا

محمد رضا تخت پر بیٹھا اور شاہِ ایران کے لقب سے مشہور ہوا۔ (پہلوی سلطنت کی بنیاد رکھنے والے رضا خان اور خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد ترکی میں برسرِ اقتدار آنے والے ''کمال اتاترک'' کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم نے اس طرح اظہارِ خیال فرمایا:

مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
روح شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی

شاہِ ایران کا دور اور اس کے بعد ایران میں عوامی انقلاب کے ذریعے پہلوی سلطنت کا خاتمہ مشہور واقعات ہیں۔ ہم ان کی تفصیل میں جائے بغیر چند باتیں تعارفی طور پر مزید عرض کریں گے۔ مثلاً ایران کا قدیم نام ''پرلیس'' یا پرشیا'' تھا۔ مشہور رومن ادیب ''پلاؤس'' نے بھی اس ملک کا نام پرشیا لکھا ہے اس سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں کے باشندے پرشین کہلاتے تھے یعنی عہدِ قدیم میں پرس اور فارس کا اطلاق اسی خطے پر ہوتا تھا۔ لفظِ ایران اریانہ سے مشتق ہے۔ ۱۹۳۵ء میں سرکاری طور پر رضا خان نے ملک کا نام ایران رکھا۔ موجودہ ایران کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے۔ ۲۵، ۴۰ عرض بلد شمالی ۴۴، ۳۰۔ ۶۳ درجے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ ملک کا ایک بڑا حصہ ریگستان ہے۔ زیادہ تر حصہ خشک سطح مرتفع اور مشرقی سرحد کے سوا باقی اطراف میں پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ شمال میں پہاڑوں کی بلندی اٹھارہ ہزار سات سو فٹ تک ہے آج کا ایران تیرہ صوبوں میں تقسیم ہے۔ سب سے بڑا پیشہ زراعت ہے۔ اہم ترین فصلوں میں گندم، چاول، نیشکر، کپاس، دالیں، تمباکو، روغنی بیج اور چائے شامل ہے۔ پھلوں میں انگور، بادام، پستہ وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ موجودہ صورتحال کو سمجھنے کے لیے دانشوروں کی رائے نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ ''اہل فارس سے ہماری کوئی لڑائی نہیں۔ تمام مسائل کی جڑ مشرق وسطیٰ میں یہودی اور مغربی نوآبادیاتی قبضہ ہے (احمدی نژاد کے بقول) تو یہ غلطی سب سے پہلے پچیس سو سال پہلے سائرسِ اعظم سے سرزد ہوئی تھیں۔ جس نے یہودیوں کو فارس کی غلامی سے چھڑا کر واپس یروشلم میں آباد کیا اور ان کے معبد تعمیر کرائے۔ اس لیے اصل پھڈا اگر یہی ہے تو ایرانیوں کو اس میں فریق نہیں بننا چاہیے'' کیونکہ اہل فارس اور یہود کے تعلقات جو صدیوں پر محیط ہیں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مشکل ترین حالات میں بھی فارسیوں نے ہمیشہ یہودیوں کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ حمایت بھی کی۔ بعض اوقات تو جب ساری دنیا نے یہودیوں کی مخالفت کی، فارسیوں نے ہی انہیں سہارا دیا اور پناہ دی۔ ہم چند اہم واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ جس سے بات مزید آسان ہو جائے گی کہ چلمن کے پیچھے سب اچھا ہے۔

(۱) ہولوکاسٹ میں یورپ کے اندر ایرانی سفراء نے اس وقت ہزاروں یہودیوں کو بچایا یہ احسان آج تک یہودیوں کو نہ صرف یاد ہے بلکہ وقت آنے پر وہ اسے چکا بھی دیں گے۔ احمدی نژاد جو ہولوکاسٹ پر مزاحمتی طرزِ فکر رکھتے ہیں انہیں یہ بات اچھی طرح یاد ہوگی کہ ہولوکاسٹ ہوئی تھی یا نہیں اگر ہوئی تھی تو ایرانیوں کا یہودیوں کے لیے اس میں کیا امدادی کردار تھا باقی تباہی حقیقت میں اتنی یقیناً نہیں ہوئی جتنا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ ہولوکاسٹ کی حقیقت الگ سے بحث کی متقاضی ہے۔ یہاں اس کی تفصیلات کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

(۲) ۱۹۴۸ء کی تشکیل اسرائیل تحریک پر ایران نے ہزاروں عراقی یہودیوں کو اسرائیل کی طرف فرار ہونے کا راستہ فراہم کیا تھا۔

(۳) مسلم دنیا میں ایران ہی پہلا ملک ہے جس نے سب سے پہلے اسرائیل کے ساتھ سفارتی اور تجارتی تعلقات قائم کیے۔

(۴) تقریباً تین دہائیوں تک اہل فارس اور یہود اپنے مشترکہ عرب دشمنوں کے خلاف قریبی دوست رہے۔ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۷۰ء کی دہائیوں میں فارسی یہودی تعلقات اور عربوں کے خلاف مشترکہ سازشیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔

(۵) شاہِ ایران مسلسل ترسیلِ اسلحہ اور انٹیلی جنس معلومات کے لیے اسرائیل پر انحصار کرتا تھا اور اسرائیل غیر عرب مشرقِ وسطیٰ کے کناروں پر ترکی، ایتھوپیا اور لبنانی عیسائیوں پر معلومات کے لیے انحصار کرتا رہا ہے۔

(۶) اہل فارس تینوں عرب اسرائیل جنگوں سے باہر رہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۰ء میں عربوں نے تیل کا بائیکاٹ کیا اسرائیل کے حوالے سے تو ایران ہی مسلسل اسرائیل کو تیل فراہم کرتا رہا ہے۔

(۷) ایک لاکھ یہودیوں نے زبردست منصوبہ بندی سے اسرائیل اور ایران کے درمیان تجارت برابر جاری رکھی۔ آج بھی ایران ایک زرعی ملک ہونے کے اعتبار سے یورپی ممالک کے ذریعے اسرائیل سے زرعی آلات درآمد کرتا ہے اور اس شعبے میں تجارت سالانہ تین سو ملین ڈالر تک پھیلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۹ء میں انقلاب کے بعد بھی اسرائیلیوں کے فارسیوں کے ساتھ تعلقات کمزور ہونے کی بجائے مضبوط ہوئے۔ مثلاً ایرانی نژاد یہودیوں کی اسرائیل ہجرت کے سلسلے میں فارسیوں نے بھرپور مدد کی ہے اور کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ مشرقِ وسطیٰ میں دشمن اور مفادات مشترکہ ہونے کی وجہ سے اہل فارس اور یہودی آج تک قریبی اتحادی کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ آج عراق میں یہ تعاون کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ انہیں تعلقات کی بدولت ۱۹۸۰ء میں ایران کو اسلحہ کی ترسیل جاری رہی اور یہودیوں نے ہی ریگن انتظامیہ اور ایرانیوں کے درمیان صفویوں کے مسئلہ پر اسلحے کے بدلے رہائی کی ڈیل کروائی۔ ایک طرف یہ سب کچھ اور دوسری طرف اسرائیل مخالف لبنانی حزب اللہ کی امداد او فلسطینی مجاہدین کے ساتھ تعاون بھی جاری رہا۔ موجودہ فلسطینی قیادت کے ساتھ اس تعاون میں گرمجوشی کی وجہ صدر محمود عباس ہیں جو کہ ایران میں اٹھنے والے بہائی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے مذہب کی بنیاد پر جہاد کے حمایتی نہیں ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں صدر خاتمی کے دورِ حکومت میں اسرائیلی سرکاری اہلکار شاہِ ایران کے دور کے دوران تیل والے قرضے کی ادائیگی کی کوشش کر کے تعلقات کو نئی جہت دیتے رہے۔ حالات کیسے ہی سخت کیوں نہ ہوں مشترکہ مفادات ہر دور میں برقرار رہے ہیں اور دونوں کی باہمی دلچسپی بھی پرزور ہے۔ انہیں رابطوں کی بنیاد پر مضبوط اسرائیلی لابی کے ذریعے تہران کے حوالے سے واشنگٹن کی ستائیس سالہ پرانی پالیسی تبدیل کرائی جا رہی ہے اور افغانستان میں طالبان کی حکومت ختم ہونے کے بعد امریکی اور ایرانی بالواسطہ ایک دوسرے کے اتحادی بھی ہیں۔ یہ قربت بھی امریکہ ایران کشیدگی کے خاتمے کی نسبت کلیدی کردار ادا کر رہی ہے۔ عراق میں بھی القاعدہ کے خلاف یہ قربت موجود ہے مگر افغانستان کی طرح کھلم کھلا نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تہران اور واشنگٹن کے درمیان بذریعہ تل ابیب کوئی مصالحت ضرور ہو جائے گی اور نوبت ''باری'' کی نہیں آئے گی۔ دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ یہودی اگر اسرائیل کے بعد کسی دوسرے ملک میں آباد ہیں تو وہ ایران ہے۔ بعض اعداد و شمار کے مطابق ایران میں آباد یہودی ایرانی آبادی کے تناسب سے سات فیصد سے زیادہ ہیں اور اسرائیل میں اس وقت دو لاکھ سے زیادہ ایرانی نژاد یہودی آباد ہیں جو فارسی بولتے ہیں۔ ان فارسی بولنے والوں میں ملٹری چیف، وزیراعظم اور صدر شامل ہیں، یقیناً یہ سارے تہران' واشنگٹن کشیدگی کو ضرور دوستی میں بدل سکتے ہیں۔ ذرا اس زاویے سے بھی موجودہ صورت حال کا تجزیہ کریں تو کہانی ہی بدل جائے گی۔